رپورٹنگ : جناب شفیق الدین فاروقی صاحب

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات اور خطاب کے بعض اقتباسات

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداؔ کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

عالم اسلام کے معروف سکالر' داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہندوستان کے اکابر علماء اور افاضل کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زیارت و ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ انکی تشریف آوری' شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات' استقبالیہ تقریب اور انکے خطاب میں حضرت شیخ الحدیث کی سوانح اسی مناسبت سے دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت' تاریخی پس منظر' اکوڑہ خٹک کی تاریخی عظمت' شہدائے بالاکوٹ کا تذکرہ اور اب جہاد افغانستان میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ کا بھرپور قائدانہ کردار اور اس سلسلہ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب اسکی مفصل رپورٹ پیش کرتے ہیں جسے نشر مکرر کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کیلئے خوشیوں کا دن تھا بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب و معزز مہمان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، کے جانشین و فرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ' نے دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنہ سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی آمد آمد تھی۔ گو دارالعلوم میں تعطیلات شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء' دانشور اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمع علم کی زیارت کیلئے پروانوں کی طرح جمع ہوگئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گزر رہا تھا' حضرت شیخ الحدیثؒ علالت کے باوجود

مشتاق دید بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد حضرتؒ کی ملاقات بھی تھا۔ اللہ اللہ کر کے مولانا ندوی مدظلہ اور انکے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ 'ایڈیٹر ماہنامہ 'الحق' کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کیساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریک سفر تھیں' مولانا مدظلہ کے بھانجے مولانا محمد الحسینی مدیر البعث الاسلامی" (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا اسحٰق جلیس صاحب مدیر "دلکھنؤ" جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دار المصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور مئوقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان بھی ساتھ تھے جو دار المصنفین کے کسی سلسلہ میں اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ علم و فضل کے یہ داعیان مولانا ندوی مدظلہ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے' سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی۔ دونوں اکابر کی محبت و عقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اسکے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نماز عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف واکناف سے آئے ہوئے مشتاقین علم و فضل سے بھرا ہوا تھا ایک مختصر تقریب کے آغاز میں محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ، "........ میرے پاس وہ لفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامہ ندوی مدظلہ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورث اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، اور ان اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کا جو مقام دعوت و عزیمت تھا۔ اس دعوت کو مولانا ندوی مدظلہ نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا' بیشک آپ انکے اصل وارث ہیں۔ سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے

اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کیلئے' خالص اللہ کی رضا کیلئے برصغیر میں اگر خون شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمین اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے' یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید احمد شہیدؒ نے سالہا سال ریاضتیں کیں' ایک ایک بستی میں گشت کئے ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منور کیا' یہاں انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے جہاں اللہ تعالٰی نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف او زدہ ست　　　ہنوز از سر آں بوئے زلف می آید

اور جس طرح دارالعلوم دیوبند کے مقام و محل سے گزرتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔" اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید احمد شہیدؒ کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا' سوز و گداز کیا کیا راز و نیاز ہوگا جو ان میدانوں میں ان فضاؤں میں نہیں ہوگا۔ اسی اکوڑہ خٹک کے معرکہ حق و باطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا' کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہ کا سنکر تشریف لائے اتنا عرض کرونگا کہ اس وقت عالم اسلام میں' اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے جو مساعی ہو رہی ہیں اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع' ممتاز اور وافر حصہ ہے۔ عالم عرب کو انکا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس' تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے۔ وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس کے قریب وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو' سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصویر دکھائی۔ اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو انکے سامنے واضح کیا۔ بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہ اس دور میں ایک مجددانہ کام کر رہے ہیں۔ اس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالم اسلام کیلئے ابتلاء عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جو اپریشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔ یہ دارالعلوم

کی سعادت ہے اور دار العلوم کا سب کچھ اکابر کی توجہات کا مرہون منت ہے' یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادی غیر ذی زرعہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا۔

میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہل علم و فضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسینی مدیر "البعث الاسلامی" جنہیں اللہ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوہ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب' اسی طرح وقیع مجلہ "تعمیر حیات" کے ایڈیٹر مولانا اسحٰق جلیس کا بھی شکر گزار ہوں۔ ان خوشیوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دار المصنفین جسے علامہ شبلی نعمانی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا' کے ناظم اور برصغیر کے قدیم موقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء اور دار المصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دیئے ہیں۔ ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دار العلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کی بیش از بیش توفیق دے.........."

اسکے بعد مولانا ندوی مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا اس لئے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے پھر جلد ہی واپسی بھی تھی۔ تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں دار العلوم کے طلبہ کیلئے سید احمد شہید قدس سرہ' کے نام نامی پر موسوم دار الاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ عمارت دار الحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی۔ یہاں کے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید احمد شہیدؒ کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شب خون مارا تھا۔ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور انکے رفقاء کی مسرت قابل دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع و الحاح سے اس عمارت کی تکمیل کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنادے۔

اسکے بعد دار العلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دار العلوم کے دار الحدیث میں تشریف فرما رہے' وہاں دار العلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔

نمازِ مغرب کے بعد دار العلوم کے صحن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مد ظلہ کو باچشم پرنم رخصت کیا گیا۔ مولانا ندوی مد ظلہ ان میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرتوں بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہیدؒ اور انکے رفقاء نے برصغیر میں سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ مولانا مد ظلہ کے تحریری تاثرات یہ ہیں :-

رائے گرامی : مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ، مہتمم ندوۃ العلماء

آج ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لئے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمان ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ و مدیر "معارف" کی معیت میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اس سرزمین سے جس میں یہ دار العلوم واقع ہے ایک وقیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں، یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی اور اسی کیساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃ ثانیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔ دار العلوم حقانیہ کا قیام ایک نیک فال ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے۔ میرے ذہن میں دار العلوم کا جو نقشہ اور تصور تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملک کا مرکزی دار العلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحق کی سرپرستی اور انکی دعا اور توجہ حاصل ہے، اسی کیساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو نظر بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے اور یہ جلد منازلِ ترقی طے کر کے بامِ عروج پر پہنچے۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ کے خطاب کے بعض اقتباسات

..اور ہم کو یہ راستہ (جس پر محمود غزنویؒ' احمد شاہ درانی اور شہدائے بالاکوٹ آئے ہیں) بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے۔ لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے خالص اللہ کی رضا کیلئے اور سنتوں کو زندہ کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کیلئے اور ادخلوا فی السلم کآ فتہٍ کا پیغام پیدا کرنے کیلئے عمل کرانے کیلئے' حدود شرعیہ کو نافذ کرنے کیلئے' قوانین شریعت کو رائج کرنے کیلئے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بنا پر جسکا مجھے موقع مل سکا ہے یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون--دمِ خاکی--جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی وہ خون جس سرزمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپکی سرزمین ہے' یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے۔ جس کے متعلق مرزا مظہر جان جاناں کا یہ شعر صحیح ہوگا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت را

کسی بادشاہ کے متعلق' کسی غازی کے متعلق' کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو جسکے خلاف اس نے غزا کرنا تھا' جہاد کرنا تھا کہ تین چیزیں ہیں' پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو' اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کر جائینگے تم ہمارے ہو گے' پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں' اسلئے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں ہے یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو اول تم زیادہ حقدار ہو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ ہم تمہاری حفاظت بھی کرینگے اور تمہیں اپنے حال میں باقی رکھیں گے اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

فتوح البلدان بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے پھر اسکے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہو گئیں بغیر دعوت اسلام دیئے اور بغیر جزیئے کا مطالبہ کئے۔ تو انکو ایک عرصہ کے

بعد ہوش آیا جبکہ کہ مسلمان وہاں بس گئے تھے وہاں گھر بنا لئے تھے تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں جنہیں خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل کیا جاتا وہ جنہیں خلیفہ خامس کہتے ہیں انکو معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں تو ایک وفد انکے پاس حاضر ہوا اور ان سے شکات کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکم شرعی پر عمل کیے فتح ہو گیا ہے۔ انہوں (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد' فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا' کیا اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی۔ تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اسکی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہو جائیں۔ اسکے بعد اس سنت پر عمل کریں' پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر منظور ہو تو فبہا نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں ایسا بھی نہ مانیں تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا انہوں نے عدالت طلب کی' مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں' اور دنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا' اس مسجد میں اس سے پوچھا گیا اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلط ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا۔ اور جب یہ معاملہ ثابت ہو گیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں' اسے خالی کریں۔ مسلمانوں نے گھر بنا لئے تھے کھیتیاں جوت لی تھیں' بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا' تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے' باہر جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہاں کے بت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے انکے دلوں میں اور عدل وانصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد اور پر کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں' چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی طرح چھوٹ جاتا تھا اور اسکے بعد تو معلوم نہیں، تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اسکے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو 'اس اللہ کے بندے نے' اس مردِ مجاہد نے جس کا نام سید احمد شہیدؒ ہے اور انکے ساتھ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جنہیں انکا وزیر اعظم کہیے یا دست راست کہیے یا دست وبازو کہیے یا لشکر کے قاضی، مفتی اور شیخ الاسلام کہیے ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر علم کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے۔ تو یہی اکوڑہ خٹک وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

......اور خون شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اسکے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی وجود میں آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے...... تو آپکی اس سرزمین (اکوڑہ خٹک) کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا۔ اور ابھی میں راستے میں سنا رہا تھا ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے' عبدالمجید خان صاحب انکا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا اکوڑہ کے چھاپہ کیلئے' رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی ۶ کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شب خون مار کر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو انکو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں' تو انکے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ انکا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں' آغاز ہے پھر بہت سے مواقع آئینگے انکے جہاد کے تو انکو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پر آیا خطرہ تو ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں۔ تو پہلا تجربہ تھا سوچئے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں' میرا نام امیر المومنین نے خود ہی کاٹ دیا۔ اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے

اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آرہا ہے میں سنتا رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے اس کیلئے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ تو میرا نام لِلّٰہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے' تو انکا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔ .... تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے۔ اسکے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ میں معرکے ہوئے' جہانگیرہ وغیرہ میں۔ ان سب ناموں سے مانوس ہوں اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۳۴ / ۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کریگی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی انکی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت! یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ ان شاء اللہ یہ رنگ لائے گی۔ خونِ شہیداں رنگ لایا' یہ نسبت ان شاء اللہ رنگ لائے گی۔ اسکا نام حقانیہ ہے' اسمیں حقانیت ان شاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ انکے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز و شاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں' اس لئے کہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے' ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جب تک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ کی رحمت برستی رہے گی　　ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست

خم و خمخانہ بامہر و نشاں ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا' جاری ہے۔اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ۔

از صد سخنے پیرم یک نکتہ مرا یاد ست　　عالم نہ شود ویراں تا میکداں آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ یہ عالم اسوقت تک ویران نہیں ہوگا جبتک کہ میکدہ قائم ہے۔ یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے' قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے اسوقت تک عالم ویران نہیں ہوگا۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جبتک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا اسوقت تک قیامت نہیں آئیگی۔ آپکو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو' کبھی کبھی ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں این قصہ پارینہ را

اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں' اسکے اساتذہ اور اسکے علماء کی قدر کریں یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں' اسلئے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا۔ کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو' ولولہ ہو' اچھے خاندانوں کے ہوں' ان میں مجاہدوں کا خون ہو' شہیدوں کا خون ہو' امینوں کا خون ہو' وفاداروں کا خون ہو' وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب و سنت پڑھیں اور اسکے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کئے جارہے ہیں اور مطالبے بھی کئے جارہے ہیں وہ راہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں، ختم کرتا ہوں' میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلادی۔ جس مقصد کیلئے یہ زمین نگین ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو' اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں' ہمارے دفتروں میں' ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆